داعیاتِ الی اللہ اور عصری تقاضے

شگفتہ عمر

مسلمانوں کو دعوت الی اللہ کی ذمہ داری سپرد کی گئی ہے۔ایک مسلم اور مسلمہ تمام عالم انسانی کے سامنے خدا کے دین کے داعی ہیں۔سچا داعی وہ ہے جو لوگوں کو بلا تخصیص مذہب، رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود کے اللہ کی طرف دعوت دے اور اس کارِ خیر میں مدعو کی خیرخواہی اور بھلائی کی چاہت میں لوگوں کی بھلائی کا حریص بن جائے۔یہی وجہ ہے کہ داعی کے لیے قرآن میں ناصح، خیرخواہ اور امین کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔داعی اور داعیہ دو احساسات کے تحت یہ فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔اول: انھیں یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ خدا کے دین کے امانت دار ہیں اور اس امانت کی ادایگی کے حوالے سے احساسِ ذمہ داری اور احساسِ جواب دہی سے لرزاں رہتے ہیں۔ دوم: انسانوں کے ساتھ خیرخواہی کا جذبہ ان کو مجبور کرتا ہے کہ تمام مخالفتوں کو سہتے ہوئے اور تمام مشکلات کو انگیز کرتے ہوئے وہ مدعو کو اللہ کی رحمتوں کے سایے میں لانے کی کوشش کرتے رہیں۔ دعوت کو قرآن میں انذار اور تبشیر (ڈرانا اور خوش خبری دینا) کہا گیا ہے جو درحقیقت خود اللہ رب العالمین کا کام ہے، مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے چاہا کہ یہ کام کسی معجزاتی اسلوب میں انجام نہ پائے بلکہ امتحان کے نقطۂ نظر سے انسانوں کے درمیان اُس کے پیغام کی پیغام رسانی خود انسان انجام دے۔اس مشیت الٰہی نے انسان کے لیے عظیم ترین عمل کا دروازہ کھول دیا۔

ایک بندے کا مقام اللہ کی بندگی کرنا ہے۔وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج و عمرہ کی ادایگی کے ذریعے، اخلاقی صفات کا مظاہرہ کرنے کے ذریعے، بندوں سے اپنے معاملات ہدایت ربانی کی روشنی میں طے کرنے کے ذریعے، خدا کے آگے اپنی عبودیت، بندگی اور عجز کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔

لیکن جب وہ دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دینے کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کا اعزاز یہ ہوتا ہے کہ وہ انصارُ اللّٰہ (اللہ کا مددگار) کا رتبہ حاصل کر لیتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (الصف۶۱: ۱۴)، مومنو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ جیسے عیسٰیؑ ابن مریمؑ نے حواریوں سے کہا کہ (بھلا) کون ہیں جو اللہ کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار ہوں؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ایک عاجز بندے کے لیے اس سے زیادہ معزز اور پُرکیف تجربہ کوئی اور نہیں کہ وہ یہ محسوس کرے کہ میں اپنے رب کے کام میں مصروف، اس کے ایک منصوبے کی تکمیل کر رہا ہوں۔ دعوت الی اللہ ایک پیغمبرانہ مشن ہے جو حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور اس کی تکمیل رسولؐ اللہ کی آمد پر ہوئی۔ اللہ کا دین، اسلام ابتداے آفرینش سے خدا کا دین ہے اور ہر قوم میں ہر نبی کو اللہ نے اسی دین کے ساتھ بھیجا۔ قومیں اللہ کے بھیجے ہوئے دین میں خرابیاں پیدا کرتی رہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے انبیا کے ذریعے ان خرابیوں کی اصلاح کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے اپنے تمام نبیوں اور رسولوں کے اس دین کو بالکل صحیح اور تکمیلی صورت میں نازل فرما کر اس کو ہمیشہ کے لیے تبدیلی وتحریف کے خطرے سے محفوظ کر دیا۔ یہ دین جو کسی خاص قوم کا نہیں بلکہ تمام بنی نوع آدم کا دین ہے قرآن وسنت کی شکل میں محفوظ ہے۔ جو اس دین کو تسلیم کرے وہ مسلم ہے اور جو نہ مانے وہ غیر مسلم ہے۔ یہ دین، اسلام نہ تو خدا کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق کرتا ہے، نہ اس کی کسی کتاب کا انکار کرتا ہے اور نہ کسی پر اپنی مطلق فضیلت کا مدعی ہے۔ اس کا دعویٰ صرف یہ ہے کہ یہ تمام نبیوں کی تعلیم کا قابلِ اعتبار مجموعہ اور ان کی تعلیمات کو مکمل کرنے والا ہے۔

خواتین اور فریضۂ دعوتِ دین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہہ ساری دنیا کے لیے خدا کے آخری پیغمبر ہیں۔ رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟ یقیناً آپؐ کے بعد آپؐ کی امت

اس کارِ نبوت کی ذمہ دار ہے۔ آپؐ نے اپنی زندگی میں براہ راست اس فریضے کو سر انجام دیا۔ آپؐ کے بعد یہ کام بالواسطہ طور پر آپؐ کی امت کے ذریعے انجام پائے گا۔ اس امت کی یہ لازمی ذمہ داری ہے کہ وہ نسل در نسل ہر زمانے کے لوگوں کے سامنے اس دین کا پیغام پہنچاتی رہے جو آپؐ کو اللہ رب العالمین کی طرف سے موصول ہوا تھا۔ یہ پیغام قیامت تک کے انسانوں کے لیے راہِ ہدایت ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود اٹھایا ہے۔ قرآنِ حکیم فرقانِ حمید میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا حقیقت کی خود نشان دہی فرمائی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ (المائدہ ۵:٦٧)، اے پیغمبرؐ! جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا)۔

بلاشبہہ اللہ رب العالمین نے پیغمبروں کے انتخاب میں مردوں کو ذمہ دار اور مسئول کی حیثیت سے نامزد کیا، لیکن اس پیغمبرانہ مشن کو آگے لے کر چلنے میں کسی صنفی امتیاز کی نشان دہی نہیں کی۔ قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فریضے کے ذمہ دار مرد اور خواتین دونوں ہیں:

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے، اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور بہشت ہائے جاودانی [یا، ابد کے باغوں] میں نفیس مکانات کا (وعدہ کیا ہے)۔ اور اللہ کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے، یہی بڑی کامیابی ہے۔ (التوبہ ۹:۷١-۷۲)

خواتین کو دعوت دین کی ذمہ داری تفویض کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہراتؓ کو مخاطب کرتے ہوئے بزبانِ قرآن ارشاد فرمایا: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ

بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا (الاحزاب ۳۳: ۳۴)، ''اور تمھارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔ بے شک اللہ باریک بین اور باخبر ہے''۔

آپؐ سے دین کی تعلیمات سننے، انھیں محفوظ کرنے، ان سے احکامات مستنبط کرنے اور انھیں دوسروں تک پہنچانے میں آپؐ کی ازواج مطہراتؓ اور دیگر صحابیاتؓ نے اپنا اہم کردار ادا کیا۔ حضرت عائشہؓ آیاتِ قرآنی کی تفسیر کرتیں اور احادیث مبارکہ سے احکامات اخذ فرماتی تھیں۔ جلیل القدر صحابہؓ ان کی محفلِ درس میں شامل ہوتے تھے اور اپنے مابین اختلاف راے کی صورت میں انھیں حَکم اور اُن کی راے کو فیصلہ کن سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے ۲ ہزار ۲ سو ۱۰، حضرت اُم سلمہؓ سے ۳۷۸ اور دیگر صحابیات سے بھی بہت سی احادیث مروی ہیں۔ بعد کے اَدوار میں بھی خواتین قرآن اور حدیث کے علم کے حصول اور تحصیل میں اہم کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ چنانچہ داعیِ دین اور داعیاتِ دین دونوں کو یہ فریضہ سرانجام دینا ہے۔

داعیات دین کی ذمہ داریاں

داعیاتِ دین کو دعوت الی اللہ میں ان تمام اصولوں، ترجیحات اور لائحہ عمل کو ملحوظ رکھنا ہوگا جو انبیاے کرامؑ کی دعوت کا حصہ ہیں۔ نیز ان تمام علمی اور عملی اغلاط سے بچنے کا شعوری طور پر اہتمام کرنا ہوگا جس میں ہمارے مبلغین اور واعظین اکثر اوقات مبتلا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عصرحاضر میں دین کا مفہوم ادھورا اور دین کی تبلیغ کا مفہوم بھی محدود ہے۔

تصورِ دین کا فہم و ادراک

ایک داعیہ دین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مخاطبین کو دین کا مکمل اور جامع تصور فراہم کرے۔ اسلام کی بطور نظام حیات اور بطور نظام زندگی کی پہچان کرائے، کیونکہ دین اپنی تکمیلی شکل میں نازل ہو چکا۔ حکم ربّانی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ ۵: ۳)، (اور) آج ہم نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل

کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

دین کے جامع تصور میں زندگی کے تمام دائروں میں اسلام پر عمل درآمد کا مطالبہ ہے۔ اسلام کو بطور روحانی نظام، بطور عائلی و معاشرتی نظام، قانونی نظام، معاشی نظام، سیاسی نظام اور بین الاقوامی نظام سمجھنا اور سمجھانا ایک داعیہ کی اہم ذمہ داری ہے۔ چنانچہ ایک داعیہ کو اپنے مخاطبین دعوت کے لیے ترتیب وار اور حکمت پر مبنی طریقے سے ان تمام پہلوؤں سے دین کی تعلیمات کو موضوعِ گفتگو بنانا ہوگا۔ ایمانیات اور عبادات پر کماحقہ راہنمائی کے ساتھ ساتھ عائلی اور معاشرتی دائروں میں --- گھریلو اور خاندانی زندگی کے حُسن انتظام، رشتہ داروں کے حقوق کی ادایگی، قوانین نکاح وطلاق اور وراثت، معاشرتی زندگی میں مسلموں اور غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کا نبھاؤ، مسلمانوں کی جان ومال اور آبرو کے حوالے سے تعلیمات وقوانین، اسلامی معاشرے کی تعمیر میں خواتین کا حصہ، مسلم معاشروں میں اقلیتوں کے حقوق اور تحفظ۔ ماحولیات کے ساتھ انسان کا تعلق، حیوانات، نباتات، جمادات اور آبی ذخائر کے حوالے سے ہدایات، گھر کے ساتھ محلّہ، سڑکوں، باغات اور دیگر عوامی جگہوں پر صفائی کا خیال۔ شہری املاک کی حفاظت، قانون کی پاسداری، مساجد کا احترام اور دیکھ بھال، رواداری، دہشت گردی ----- ان تمام اُمور کو اسلام کے تحت موضوعِ گفتگو ہونا چاہیے۔ معاشی دائرے میں حلال وحرام، آمدنی کا فرق، کسب مال کی ترغیب، زائد از ضرورت مال اور محروم طبقات کے حقوق، زکوٰۃ اور صدقات، ریاست کے ذرائع آمدن، سود، اسلامی بنکاری، کاروبار کے اصول وضوابط تمام موضوعات پر انسان الہامی ہدایت کا محتاج ہے۔ قانونی دائرے میں اسلام کے عائلی، دیوانی اور فوجداری قوانین، قانون سازی کے اختیارات، اسلامی قانون کے ذرائع، قوانین کے نفاذ کی شکلیں، ان تمام اہم موضوعات کی تفاصیل قرآن وحدیث اور فقہ میں موجود ہیں جو عوام الناس تک منتقل ہونا ازحد ضروری ہے۔

سیاسی نظام کے دائرے میں حاکمیت اعلیٰ، یعنی حاکمیت الٰہی کا تصور، دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نیابت، خلیفۃ اللہ فی الارض کی حیثیت میں اور مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے ذمہ دار کی حیثیت میں سیاسی نظام کی بنیادیں، منصب خلافت یا امارت، شورائیت، مقتدر طبقے کے فرائض، اقتدار کے ذریعے دین الٰہی کا نفاذ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ، فلاحی ریاست کا قیام، ان تمام

اُمور کی تفاصیل کو سمجھے بغیر ایک انسان کس طرح اسلام کو بطور نظامِ حیات سمجھ اور مان سکتا ہے۔

بین الاقوامی نظام کے تحت ایک مسلم ریاست کا دیگر ممالک سے روابط و تعلقات کی بنیادیں، غیر جانب دار اور برسرِ پیکار قوتوں کے ساتھ تعلق، بین الاقوامی طور پر مسلمہ انسانی حقوق کی پاس داری، عالمی قوانین کے اختیار کرنے میں امکانات اور رکاوٹیں، جنگ اور جنگی قیدیوں کے حوالے سے تعلیمات --- یہ تمام وہ موضوعات ہیں جو اکیسویں صدی میں اسلامی ریاست کے خدوخال سمجھنے اور اس کے قابلِ عمل ہونے پر اعتماد عطا کریں گے۔

دعوت میں ترتیب کا لحاظ

دعوت الی اللہ انسانوں کی فکری و عملی اصلاح کا وسیع کام ہے۔ یہ اہلِ خانہ کے اندرونی دائرے سے شروع ہوکر، خاندان، محلّہ، شہر، ملک، تمام عالم اور نوعِ انسانی تک پھیلنے کا عمل ہے۔ دعوت کے مخاطب وہ لوگ بھی ہیں جو اسلام کو ماننے کے باوجود اس کی تعلیمات سے بے خبر ہیں یا جانتے بوجھتے اس پر عمل کے لیے تیار نہیں ہیں، اور وہ لوگ بھی جو اسلام کے دائرے میں داخل نہیں ہیں اور اسے قبول کرنا بھی نہیں چاہتے۔ اس وسیع میدان میں اپنے حصے کی ادایگی میں داعیات کو ایک خاص ترتیب ملحوظ رکھنا ہوگی جو اس کام میں حسن اور استحکام پیدا کرے گی۔ بصورت دیگر انسان بعد میں پہنچنے والے میدان میں پہلے سے محنت کر رہا ہوگا اور ابتدائی دائرہ اس کی نگاہوں سے اوجھل رہ جائے گا۔ یہ بے ترتیبی دعوت کے کام میں عدمِ توازن کے ساتھ مطلوبہ نتائج نہ دے سکے گی۔

اہلِ خانہ کے درمیان دعوت و اصلاح

یقیناً ہمارے اہلِ خانہ سب سے زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ انھیں دین کی حقیقت سمجھائی جائے، اللہ سے محبت اور اس کے تقاضے واضح کیے جائیں۔ داعیہ کو گھر اور بچوں کے حوالے سے ایک راعی، یعنی نگران کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور وہ اس بارے میں مسئول ہوگی۔ البتہ شوہر قوام کی ذمہ داری کی بنا پر تمام اہلِ خانہ بشمول بیوی اور بچوں کے لیے مسئول ہے، جب کہ خاتونِ خانہ کی مسئولیت میں شوہر کی ذمہ داری شامل نہیں ہے۔ تاہم شوہر سے محبت اور خیرخواہی کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ دین کی بنیادوں اور جزئیات سے ناواقف ہے تو پیار و محبت اور حکمت سے اس

تک بھی دین کی دعوت پہنچائی جائے اور اصلاح طلب امور میں اصلاح کا راستہ سمجھایا جائے۔ فرمان الٰہی ہے:

> يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم ۶۶:۶)، مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں۔ جو ارشاد اللہ ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

اس ارشاد میں قطع نظر مرد وعورت کے اپنے گھر والوں کو اللہ کی ناراضگی اور اس کے انجام سے بچانے کی فکر کرنے کو کہا گیا ہے۔ ایک داعیہ اگر اپنے گھر کو اپنی دعوت کا پہلا میدان قرار دیتے ہوئے اس منزل کو سر کرے گی تو شوہر، بچوں اور دیگر اہل خانہ کا تعاون اس کے لیے اگلی منزلوں کو حاصل کرنے میں ممد ومعاون بن جائے گا۔ جو داعیات اپنے گھر کی اصلاح کو اہمیت نہیں دیتیں یا بوجوہ نظرانداز کرتی ہیں تو ان کے لیے شوہر اور بچے راستے کی رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

خاندان میں دعوت و اصلاح

اپنے گھر کی اصلاح کے ساتھ داعیات کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ اس دائرے کو وسیع کرتے ہوئے خاندان اور برادری کے بڑے دائرے تک اپنی دعوت کو پھیلائیں۔ ماں باپ، بہن بھائی، خالہ پھوپھی، چچا ماموں، بھانجے بھانجیاں، یہ سب عزیز رشتے تمام انسانوں کی بہ نسبت ہماری توجہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ حکم ربانی ہے: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعرا ۲۶: ۲۱۴)، اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنا دو [یعنی، ڈراؤ]۔

خاندانی زندگی میں تانے بانے یوں جڑے رہتے ہیں کہ قدم قدم پر دوسرے کے محتاج اور تعاون کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اس میل ملاپ میں ہمیں خوشیاں بھی حاصل ہوتی ہیں اور یہی تعلقات ہمیں ایک دوسرے کے حقوق کا احساس بھی دلاتے ہیں۔ داعیات کو اس بات کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے کہ خاندان میں دینی اقدار کے فروغ سے خاندانی تعلقات کو استوار رکھنا بھی آسان ہو

گا اور دعوت دین کی راہ میں ان کی حمایت اور تعاون بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ خاندان میں دعوت کے کام سے غفلت ہمیں دوسروں کی نگاہ میں بھی غیر معتبر بنانے کا باعث ہوگی اور اللہ کے ہاں گرفت کی بھی۔

اھلِ محلہ کے درمیان دعوت و اصلاح

گھر اور خاندان کے دائرے کو بڑھاتے ہوئے اس علاقے یا محلے میں دعوت دین کا کام آپ کی ذمہ داری ہے جہاں آپ رہتی ہیں۔ یہ ذمہ داری والدین کے گھر رہتے ہوئے بھی ادا ہوسکتی ہے جہاں آپ پلی بڑھی ہیں اور شادی کے بعد سسرال میں یا جہاں شوہر رہایش پذیر ہیں۔

اسلام میں ہمسایوں کے حقوق کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ پڑوس کو چار اطراف ۴۰ گھروں تک محیط قرار دیا گیا ہے۔ دیوار برابر پڑوسی کے اور بھی زیادہ حقوق بتائے گئے ہیں۔ منجملہ حقوق کی ادایگی یا حسن سلوک میں اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینا، قرآن سے تعلق جوڑنا، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی طرف راہنمائی کرنا دیگر دینی و دنیاوی معاملات میں اللہ کی رضا کا راستہ واضح کرنے کے لیے انھی کے درمیان رہنے والا فرد بہت مؤثر ہوسکتا ہے۔ ایک داعیہ کو اپنے ہمسایوں کے درمیان محبت سے میل ملاقات، ان کی خوشیوں اور غموں میں شرکت، تحفہ و تحائف کا لین دین دعوت کے بے شمار مواقع فراہم کرتا ہے۔ اپنے سماجی تعلقات کے دوران موقع کی مناسبت سے قرآن کے احکامات پہنچانا، دینی کتب کی فراہمی، دعا کا اہتمام یا باہم گفتگو میں دین کے مبادیات و جزئیات کو موضوع گفتگو بناتے ہوئے اہل محلہ کو اللہ کے قریب لانے کی کوشش ضرور بارآور ہوں گی۔

رفقاے کار کے درمیان دعوت و اصلاح

ایسی داعیات جو کسی ادارے میں ملازمت کرتی ہوں ان کے رفقاے کار بھی ان کے لیے کسی قدر اہل خاندان اور اہل محلہ کے زمرے میں شامل ہوں گے۔ ملازمت کے میدان میں ماتحت خواتین اسی طرح آپ کی رعیت میں شمار ہوں گی جس طرح گھر پر بچے اور ماتحت افراد ہوتے ہیں۔ ان پر ایک درجہ احکامی فوقیت ہونے کے ناطے آپ پر لازم ہے کہ دیگر دفتری احکام کے

ساتھ ان کی توجہ اسلام کے تقاضے پورے کرنے پر بھی دلوائیں دیگر ساتھیوں کو بھی خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دین کی متبادل تعلیمات کے ساتھ ساتھ ملازمت کے دوران مطلوب رویوں پر توجہ دلوانا بھی دعوت کے کام کا حصہ ہے ۔مثلاً رزق حلال کی اہمیت ، وقت کی پابندی اور ادارے میں ملازمت کے اوقات کار کی پابندی کا رزق حلال کے حصول سے تعلق ،دفتری امور کی ذمہ داری سے ادائیگی ،ادارے کے وسائل کو امانت سمجھتے ہوئے استعمال کرنا،دفتری رفقا کے ساتھ حسن سلوک اور خیرخواہی کی تاکید،دفتری سیاست اور توڑ جوڑ کی کوششوں سے اجتناب وغیرہ۔

دعوت و اصلاحِ معاشرہ کا وسیع میدان

اب تک جن معاشرتی دائروں میں دعوت واصلاح کے کام کا ذکر کیا گیا ہے وہاں آپ سب کو براہ راست جانتی اور پہچانتی ہیں اور آپ کے مخاطبین بھی آپ کو ذاتی حیثیت میں جانتے ہیں۔اس سے بڑھ کر آپ کے شہر و وطن کی وسیع اجتماعیت اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ اپنے فہم وادراک اور علم کے بقدر اپنے ملک کی وسعتوں تک اللہ کا پیغام پہنچائیں ۔آپ کے مخاطبین کا دائرہ جتنا وسیع ہوتا جائے گا آپ کو دعوت کے اسلوب میں بھی اسی مناسبت سے وسعت پیدا کرنا ہوگی۔گفتگو اور تقریر سے آگے بڑھ کے تحریری اور تحقیقی اسلوب کا بھی سہارا لینا ہوگا۔دوسروں کی لکھی ہوئی تحاریر کو استعمال کریں یا خود لکھیں اور لٹریچر تقسیم کریں۔

انفرادی اور اجتماعی سطح پر افراد اور اداروں نے جو دعوتی مواد ترتیب دیا ہے اس سے فائدہ اٹھائیں۔مذہبی اعتبار سے اہم مواقع ،مثلاً رمضان المبارک ،قربانی ،عیدین ،محرم الحرام ،ربیع الاوّل، رجب ،شعبان صحابہ کرامؓ کی شہادت کی تواریخ ، امہات المومنینؓ اور بنات مطہراتؓ کی تاریخ پیدایش و وفات و دیگر اہم دنوں کو اپنی دعوت کے لیے اہم مواقع تصور کریں۔ان مواقع کے حساب سے خصوصی طور پر لٹریچر اکٹھا کر کے ایک فائل بنائیں ،اپنے گذشتہ دروس کو ایک جگہ جمع رکھیں تاکہ برمحل کام آسکیں۔اسی طرح ملکی اور بین الاقوامی سطح پر منائے جانے والے اہم ایاّم مثلاً یومِ آزادی، یومِ قراردادِ پاکستان ، یوم قائداعظم ، یوم اقبال ،۶ ستمبر، یوم تکبیر، یوم مزدور، یوم خواتین، یومِ اطفال و دیگر مواقع پر موقع کی مناسبت سے اسلام کا پیغام ،وسیع تر اجتماعیت میں

پہنچائیے۔ مزید آگے بڑھتے ہوئے اخبارات، جرائد و رسائل، ریڈیو اور ٹی وی کو عوام الناس تک پیغامِ حق پہنچانے اور منکرات کی اصلاح کے لیے ذریعہ بنائیے۔

غیر مسلموں کو دعوت حق

مسلمانوں کے درمیاں تبلیغ و دعوت اور اصلاح معاشرہ کی کوشش ایک داعی اور داعیہ کے لیے اگر ایک جہت ہے تو دوسری جہت غیر مسلم دنیا کے سامنے اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔ اس حوالے سے آپ کے مخاطبین دنیا کے تین سے چار ارب غیر مسلم افراد ہوں گے اور ان میں سے اگر خواتین کو مرکز و محور بنایا جائے تو نصف تعداد۔ آپ اس میدان میں قدم رکھیں گی تو یہ اتنا وسیع میدان ہے کہ جب تک آپ میں قوت عمل اور آپ کی مہلت عمل باقی ہے، آپ کام کے نہ ہونے کی شکایت نہیں کرسکتیں۔

دعوت کے اس میدان میں اترنے کے لیے ایک داعیہ کو اپنے علم اور فہم کو بے انتہا وسعت دینا ہوگی۔ قدیم و جدید نظریات سے واقفیت، مختلف مذاہب کا تعارف اور ان کے مابین انسانوں کے مختلف گروہوں کے مقام و مرتبہ کا تعین، انسانی حقوق کے نظریات اور ان کی پاس داری، اسلام مخالف افکار اور رویوں کی پہچان اور ان کا رد، مستشرقین اور ان کی فکر و تحریر سے واقفیت، اسلام مخالف پروپیگنڈے کے طریقوں اور ذرائع کا استحضار اس میدان عمل کے لوازم ہیں۔ سوچ لیجیے کہ اس ضروری مہم کے لیے کیسے سرمایے کی ضرورت ہوگی؟

غیر مسلموں کو دعوت حق کے خوش گوار نتیجے کے طور پر ایک اور میدان آپ کے سامنے آئے گا جو کہ راہ حق کو قبول کر کے آزمایشوں میں کود جانے والے افراد کی صورت میں ہوگا۔ آپ کے لیے ان نومسلم خواتین کو دین کی بنیادی تعلیمات سمجھانے، احکامات پر عمل سکھانے، قرآنی دعاؤں کے پڑھنے اور یاد کروانے کے ساتھ انھیں اپنے ماضی سے کٹ کر نئی اجتماعیت میں ضم ہونے کا حوصلہ بھی دینا ہوگا۔ انھیں ایک خاندان اور معاشرت میں اجنبیت کے احساس سے بچانے اور زندگی کے عملی مسائل میں تعاون پیش کرنے کا فریضہ بھی ایک داعیہ کی ذمہ داری ہوگا۔ اسلام آباد میں ایک ایسی ہی باہمت نومسلم داعیہ نے 'نیو مسلمات کلب' کے عنوان سے نومسلم خواتین کے لیے فورم قائم کر رکھا ہے جو نومسلمات کی دینی و دنیوی ضروریات کو پورا کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔

خصوصی توجہ کے حامل طبقات

●**مؤثر طبقات:** داعیات دین کے لیے ایک اہم سوچ یہ ہونی چاہیے کہ تبلیغ میں اوّل مخاطب وہ طبقات ہوں جن کے افکار ونظریات کی قیادت میں معاشرے کا نظام چل رہا ہے۔ درحقیقت معاشرے کے ذہین، مقتدر اور مؤثر طبقے ہی عوام الناس کے لیے راہنمائی کا ذریعہ ہوتے ہیں اور وہی معاشرے کے طرزِ فکر وعمل کی تشکیل کرتے ہیں۔ ان کی اصلاح ہو جائے تو سارا نظام خود بخود راہ راست پر آجاتا ہے اور بصورت دیگر نیچے کے طبقات میں ہونے والی اصلاح بھی عارضی ثابت ہوتی ہے۔ اس کی مثال قلب اور اعضا و جوارح کے مابین تعلق سے سمجھی جاسکتی ہے۔ اگر دل کمزور ہو تو اعضا و جوارح پر کوئی عمل جسم کو طاقت نہیں پہنچا سکتا۔

انبیاے کرام کی دعوت میں بھی ہمیں اس پہلو سے راہنمائی ملتی ہے کہ انھوں نے ہمیشہ پہلے سوسائٹی کے مقتدر، باحیثیت اور فرماں روائی کے حامل طبقات کو مخاطب کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر کو، جو کہ مذہبی رہنما تھے، وحدانیت کی دعوت دی۔ حضرت موسٰیؑ کو فرعون کی طرف بھیجا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے معزز افراد کو اپنی اولین دعوت کا ہدف بنایا۔

جامعات سے وابستہ مدرسات اور دیگر داعیات کا دائرہ کار، عموماً معاشرے کی کم پڑھی لکھی اور معاشرتی طور پر غیر مؤثر خواتین اور بچیوں تک محدود رہتا ہے۔ سیاسی طور پر مؤثر سینیٹ، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں موجود خواتین، اہم حکومتی مناصب پر فائز خواتین، ججوں، وکلا، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سے وابستہ خواتین، ڈاکٹروں، غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) سے وابستہ خواتین، تعلیمی میدان میں یونی ورسٹی، کالج اور سکول کی منتظم اعلیٰ، انتظامیہ اور خواتین اساتذہ، فوجی اور سول اعلیٰ افسران کی بیگمات تک اللہ کے دین کا پیغام پہنچانا اگر داعیات دین کی فہرست اور توجہ سے خارج ہے تو حقیقتاً معاشرے میں تبدیلی کے خواب دیکھنا محض شیخ چلیؒ کے خواب ثابت ہوں گے۔

●**نوجوان طالبات:** نوجوان نسل نہ صرف جسمانی اور ذہنی اعتبار سے قوت کی حامل اور فعال ہوتی ہے بلکہ آنے والے دور کی باگیں بھی اسی نے سنبھالنا ہوتی ہیں۔ صنفی مساوات کی فضا اور تعلیم کے اعلیٰ مواقع کی وجہ سے طالبات ایک کثیر تعداد میں بڑے شہروں میں نمایاں حیثیت میں موجود ہیں۔ خصوصاً اسکولوں سے فارغ التحصیل طالبات، پرائیویٹ یونی ورسٹی کی طالبات ،

پروفیشنل کالجوں میں زیرِ تعلیم طالبات، سب سے زیادہ نمایاں طبقے کے طور پر سامنے آئی ہیں جہاں داعیات دین کو اپنے رابطوں، اپنے علم اور اپنے فہم کو بروے کار لاتے ہوئے دین کا پیغام مؤثر انداز میں پہنچانا لازم ہے۔ انھی اداروں سے وابستہ خواتین اساتذہ اپنے منصب کے اعتبار سے دعوت دین کا فریضہ سرانجام دے سکتی ہیں۔

●معمار قوم: ایک کھلی حقیقت جو مشرق و مغرب کے فلاسفر تسلیم کرتے ہیں یہ ہے کہ ایک قوم کی معمار درحقیقت ایک عورت بحیثیت ماں ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی سمجھنے اور ماننے کی ہے کہ جیسے ایک ماں میں بچے کی جسمانی اور جذباتی ضروریات پوری کرنے کا جذبہ فطرتاً موجود ہے جو کسی تعلیمی اور معاشی پس منظر کا متقاضی نہیں ہوتا، ویسا جذبہ بہر طور بچے کی تربیت اور کردار سازی کے لیے محرّک نہیں ہوتا۔ کتنی ہی مائیں اپنے بچوں کے نفسیاتی، ذہنی اور روحانی تقاضوں کو پورا نہیں کر پاتیں۔ یہیں وہ فساد رُونما ہوتا ہے کہ ایک بچہ مستقبل میں بااعتماد، باحوصلہ، باکردار، بہادر اور قائدانہ صلاحیتوں سے محروم نوجوان بن کر معاشرے کا حصہ بنتا ہے۔

داعیاتِ دین کے لیے انتہائی اہم اور ضروری ہے کہ وہ ماؤں میں شعور بیدار کریں کہ ان کے ذمے بچوں کو محض لذیذ اور انواع و اقسام کے کھانے کھلانا، خوش نما لباس پہنانا اور مروّجہ تعلیمی نظام کے تحت تعلیم کے مراحل مکمل کروانا نہیں ہے، بلکہ بچوں کی جسمانی، ذہنی، فکری، جذباتی، نفسیاتی، روحانی اور دینی تربیت کی مکمل ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ تربیت کے ان مراحل میں والدین کی مسلمہ حیثیت کے حوالے سے والد کے کردار کو روشناس کروانا بھی بالواسطہ داعیات کی ذمہ داری ہے۔

بچوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو جاں گزیں کرنا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے متعارف کروانا، آپؐ کی محبت اور اتباع سکھانا، نماز اور روزے کا عادی بنانا، اخلاقِ حسنہ، مثلاً سچائی، غنا، بہادری، حیا کو ان کے کردار کا حصہ بنانا، نیز اخلاقِ سیئہ، مثلاً: جھوٹ، چوری، بزدلی، بے حیائی، خودغرضی، غیبت وغیرہ سے بیزاری پیدا کرتے ہوئے ان کی شخصیت کا حصہ نہ بننے دینا۔ اسی طرح ماں باپ کے ادب و محبت کے ساتھ اساتذہ کی عزت اور محبت سکھانا، بہن بھائیوں سے محبت کے رویوں کو سکول کے دوستوں اور پھر معاشرے کے دیگر روابط میں بروے کار لانا، جنت کا واضح نقشہ

اور چاہت دل میں رکھتے ہوئے زندگی بھر اس کے حصول کے لیے کوشاں رہنے کی خواہش پیدا کرنا، ان تمام پہلوؤں سے داعیات دین کو گھروں میں رہنے والی یا ملازمت کرنے والی ماؤں کو متوجہ کرنا ہوگا۔ اس کے ساتھ بچوں کو نقصان پہنچانے والے مادی، جذباتی، روحانی، نفسیاتی اور فکری افکار و اعمال سے ممکنہ حد تک بچانے پر بھی توجہ دینا ہوگی۔

مباحث خواتین اور داعیات کی ذمہ داری

عصر حاضر میں خواتین سے متعلق مباحث خصوصی اہمیت حاصل کر چکے ہیں۔ مشرق و مغرب میں عورت کے حوالے سے صنفی امتیاز، ناروا سلوک اور رسوم و رواج پر مبنی رویوں کے خلاف قانون سازی اور حکومتی اصلاحی اقدامات رُو بہ عمل ہیں۔ اسلام میں خواتین کے مقام و مرتبہ اور حقوق اور فرائض واضح ہیں۔ مرد و خواتین کے بحیثیت انسان ایک جیسے معاشرتی اور قانونی حقوق ہیں۔ البتہ اسلام میں فرائض کا دائرہ کار مرد اور خواتین کے لیے قدرے مختلف ہے۔ دو ایک جیسے انسانی حقوق کی حامل اصناف مرد اور خواتین جب نکاح کے ذریعے ازدواجی بندھن میں بندھتے ہیں تو دونوں کے وجود سے ایک ادارہ (خاندان) وجود میں آتا ہے، جس کے تحت دونوں ذمہ دار ہستیاں اپنے ذمے متعین فرائض سرانجام دیتی ہیں۔ اسی طرح معاشی زندگی میں بھی جدوجہد کا بنیادی میدان مردوں کے ذمے لگایا گیا تھا کیونکہ گھریلو ادارے کے حوالے سے کمانے کی ذمہ داری اور بیرونی کام اس کے ذمے تھے۔ البتہ خواتین کو علمی اور تہذیبی اعتبار سے اپنی نشوونما اور معاشرے کی تعمیر و اصلاح میں اپنا حصہ ڈالنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بدلتے ہوئے عصری تقاضوں کا ساتھ دینے کے لیے معاشرے کے مختلف میدانوں، مثلاً تعلیم، طب، سماجی بہبود اور دیگر میں خواتین کی موجودگی لازمی ٹھیری۔

داعیات دین کو عورت اور خاندان کے حوالے سے اسلام کا بنیادی فلسفہ اور تعلیمات کا بہت واضح طور پر اِدراک اور استحضار ہونا چاہیے۔ اس حوالے سے مدلّل راہنمائی فراہم کرنے کے لیے ایک داعیہ کو مغرب کی عورت کا اپنے حقوق و مقام کے حصول کے لیے جدوجہد، اور اس راہ میں گمراہی، فکری کجی اور مغالطوں کا بھی علم ہونا چاہیے اور اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ اور حقوق و فرائض سے بھی کماحقہٗ آگاہی ہونی چاہیے۔

بعینہٖ مغربی دنیا میں اقوام متحدہ کے زیرنگرانی خواتین کے حقوق کی عالمی جدوجہد کے آغاز، اُتار چڑھاؤ، امکانات، کامیابیوں، مسائل، مسلم فلسفہ وفکر اور قانون سے تصادم ودیگر کا علم ہونا بھی ازحد ضروری ہے۔ اس طرح ایک مسلم داعیہ مسلم معاشرے میں خواتین کے حقوق کے حصول کے لیے اسلام کے تناظر میں جدوجہد جاری رکھ سکے گی اور عالمی ایجنڈے کے تحت ہونے والے اقدامات میں سے مثبت کو اپنانے اور منفی یا اسلامی فکر اور قانون سے متصادم کو رد کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہوگی اور اس حوالے سے طالبات، خواتین اور عوام الناس کی راہنمائی مؤثر طور پر کر سکے گی۔ مزید برآں عالمی سطح پر خواتین کے حقوق اور دیگر انسانی حقوق کے حصول کی جدوجہد کے چند ایسے منفی پہلو ہیں جن کے آگے بند باندھنے کی کوشش وقت کی اہم ترین ضرورت ہے ورنہ ان کا سیلاب تہذیبی ورثے کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ ان میں بنیادی طور پر نکاح کے بغیر ازدواجی اور خاندانی تعلقات کا فروغ، ہم جنس پرستی اور ہم جنس افراد کی شادی، برہنگی کا حق، سیکس ورکر کے نام پر طوائفیت کو تحفظ اور فروغ، اسقاطِ حمل کا قانونی حق وغیرہ شامل ہیں۔ ان مباحث کے بارے میں بنیادی معلومات کا حصول، اسلام کا نقطۂ نظر، علما کی راے، بین الاقوامی اور ملکی قوانین کا علم ایک داعیہ کے لیے وقت کی اہم ضرورت ہے۔

عصری تقاضوں کا شعور

ہر انسان کا امتحان اور میدانِ امتحان دنیا میں اس کی مہلت عمل کے ساتھ منسلک ہے۔ دنیا کے اسٹیج ڈرامے میں ہر کردار اپنے متعین وقت پر داخل ہوتا اور ایک متعین وقت پر پردۂ اسکرین سے اوجھل ہوجاتا ہے۔ ابتداے آفرینش سے تاحال دنیا جغرافیائی، طبعی، تاریخی، سیاسی اور تہذیبی اعتبار سے مختلف مراحل سے گزرتی رہی ہے۔ ایک داعی دین مختلف پہلوؤں سے اپنے عصری تقاضوں سے غافل اور بے پرواہ رہتے ہوئے مؤثر نتائج حاصل نہیں کرسکتا۔ یقیناً آج کی داعیہ کے لیے بھی یہ پہلو بہت اہمیت کا حامل ہے۔

آج کا دور زمانی اعتبار سے اکیسویں صدی، مکانی اعتبار سے گلوبل ولیج، تکنیکی اعتبار سے انفارمیشن اور پوسٹ انفارمیشن دور، تعلیمی اعتبار سے تخصّص، معاشی اعتبار سے صنعت سازی اور مادّیت پسندی، سیاسی اعتبار سے جمہوریت اور تہذیبی اعتبار سے عالمی یلغار اور استعمار کا دور ہے۔

چنانچہ داعیات دین کو زندگی کی حقیقت اور فلسفہ، عقائد و نظریات، توحید، آخرت کی جواب دہی، اخلاقیات کی بار آوری، مفسدات کی بیخ کنی کے لیے ان تمام پہلوؤں سے امکانات، مسائل، اور رکاوٹوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دینا ہوگا۔

اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کا اِدراک بھی بہت ضروری ہے کہ مسلم دنیا کی حقیقت اس حوالے سے کیا ہے؟ یعنی اسلام کی تعلیمات اور مسلم معاشروں کی صورت حال کی خلیج کے بارے جاننا اور ماننا بہت ضروری ہے۔ معاشرے اور گھر میں خواتین کو ان کا جائز مقام نہ دینا، مردوں کی طرف سے کفالت کی ذمہ داری کی عدم ادایگی، گھریلو تشدد اور ناروا سلوک، کاروکاری، غیرت کے نام پر قتل، قرآن سے شادی، وراثت کی عدم ادایگی، جنسی سراسیمگی اور زنا بالجبر وغیرہ مسلم معاشروں میں منفی رویوں اور رواج کی واضح صورتیں ہیں۔

داعیات دین کے لیے ضروری اوصاف

دین کی دعوت دینے والے دیگر افراد جن کا تعلق خواہ کسی کی اپنی اختیار کردہ اجتماعیت سے ہو یا دوسرے گروہ سے، ان سے اخوت و محبت کا تعلق رکھنا، دعوت دین کے لیے اپنے منصوبوں اور کاموں کی مناسب منصوبہ بندی کرنا، ان کا جائزہ لینا، کاموں کو نظم و ترتیب سے انجام دینا، مشاورت کا اہتمام کرنا، صبر و استقامت کا رویّہ اختیار کرنا، دعوت کے مراحل اور تخاطب میں حکمت کا لحاظ رکھنا، مخاطبین کے ساتھ تخاطب اور معاملات میں حسن اخلاق کا پیش نظر رکھنا، تنقید کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھنا، مخاطبین کی تذلیل و اہانت سے حتی الامکان بچنا، دعوت کے کام میں نمود و نمایش، کبر و غرور اور ریا سے بچنے کا خصوصی اہتمام کرنا، ضعفِ ارادہ کا شکار نہ ہونا اور شیطان کی اُکساہٹوں سے چوکنا رہنا، نیت کو بار بار اللہ کے لیے خالص کرنا اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعاؤں کا طلب گار رہنا—— یہ تمام وہ بنیادی اوصاف ہیں جو داعیات دین کو اپنے اندر پیدا کرنا ہوں گے۔

● **تعلق باللہ**: تعلق باللہ ہی درحقیقت دعوت الی اللہ کے کام کی جان ہے۔ یہی اولین ہدایت ہمیشہ انبیا، خلفاے راشدین اور صلحاے اُمت ہر موقع پر اپنے ساتھیوں کو دیتے رہے ہیں۔ رضاے الٰہی ہی کیونکہ اس کام کی بنیاد ہے چنانچہ جتنا اللہ سے تعلق مضبوط ہوگا اتنا ہی یہ کام مؤثر اور

پایدار ہوگا، اور تعلق باللہ کی کمزوری یقیناً اس کام کی کمزوری پر منتج ہوگی۔ خدا کے بندوں کو خدا سے جوڑنے کے لیے، خالق کی اپنے بندوں سے محبت کا احساس دلاتے ہوئے، مخلوق کے دل میں اللہ رب العالمین کی محبت کو جگا دینا اور اس کے استحکام اور بڑھوتری کے لیے اپنی کوششوں کا آغاز کرنا درحقیقت کامیابی کی پہلی منزل ہے۔

●حُبِ رسولؐ: دعوت دین کا فریضہ کارِ نبوت ہے۔ آپؐ نے یہ فریضہ ہمارے سپرد کیا ہے۔ چنانچہ آپؐ پر ایمان کی پختگی، اطاعت و اتباع میں سبقت اور آپؐ سے محبت کیے بغیر اس راستے پر چلنا اور اس کی مشکلات کو انگیز کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ حضور اکرمؐ کی اپنی امت کے لیے قربانیوں، کوششوں، دعاؤں اور اظہارِ محبت کے ذریعے انسانوں کے دلوں میں آپؐ کی محبت پیدا کر دینا اور اس محبت کے سہارے صحیح و غلط کے لیے آپؐ کے اسوہ کی طرف دیکھنے کا ذوق پیدا کر دینا، داعیہ کی کامیابی کی دوسری منزل ہے۔

●اتباعِ دین: دعوتِ دین اور اتباعِ دین میں گہرا ربط ہے۔ جو شخص خارج کی دنیا میں اسلام کے نظام کو جاری کرنا چاہتا ہے اسے پہلے اپنے اندر کی دنیا میں اس نظام کو قائم کرنا ہوگا۔ خوفِ خدا اور محبت خدا، اتباعِ رسولؐ، دنیا کی حقیقت، ترجیحِ آخرت، اخلاقِ حسنہ پر عمل، اخلاقِ رذیلہ سے اجتناب، گھریلو اور معاشرتی زندگی میں حسن معاملات، معاشرے کے کمزور اور محروم طبقوں سے حُسنِ سلوک، اسلامی قوانین کی توضیح و تشریح اور اس پر عمل، غرض ہر ہر پہلو سے جب تک ایک داعیہ کی زندگی شہادتِ حق نہ دے رہی ہو تو محض اس کا درس، وعظ و تلقین کسی دوسرے شخص کی زندگی نہیں بدل سکتا۔

●علم کا حصول: عصرِ حاضر میں آپ مخاطبین کو محض پُرجوش انداز اور خوش نما الفاظ کے ذریعے اپنی دعوت کو سمجھنے پر مجبور نہیں کرسکتیں، بلکہ مدلّل گفتگو، آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کے مستند حوالے اور مخاطب کے لیے مانوس اور قابلِ فہم مثالوں سے اپنے پیغام کی وضاحت لازم ہے تاکہ بات مخاطب کے دل میں اتر جائے۔ چنانچہ داعیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کو صحیح تلفظ سے پڑھنے کے ساتھ اس کے ترجمے اور تفسیر پر عبور رکھتی ہو۔ احادیث کو بیان کرنے کے ساتھ علوم الحدیث کی بنیادی معلومات ضرور رکھتی ہو۔ حدیث کے مستند حوالے کے ساتھ وہ حدیث کے

استناد کو روایتاً اور درایتاً جاننے اور بیان کرنے والی ہو۔ مخاطبین کو کسی ایک مخصوص فقہی مسلک کی طرف دعوت دینے کے بجائے فقہی تنوع اور اختلافات کی حقیقت کو جانتے ہوئے مکمل رائے لوگوں کے سامنے رکھنے والی ہو اور اختلافات کی صورت میں اعتدال کی راہ اپنانے کا فہم اور جذبہ بھی رکھتی ہو۔

● **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:** قرآن نے دعوت الی اللہ کے فریضے کو دیگر آیات میں وضاحت سے دوجہتی فریضہ قرار دیا ہے۔ اوّلاً **امر بالمعروف** اور ثانیاً **نہی عن المنکر**۔ گویا نہ صرف یہ کہ وحدانیت پر ایمان اور اس کے تقاضے سمجھانا بلکہ شرک اور اس کے مظاہر سے روکنا بھی ہوگا۔ اسی طرح رسولؐ اللہ پر ایمان، اتباع اور محبت کی طرف بلانا ہوگا اور اس کے ساتھ عبادت کے وہ طور طریقے جن پر رسولؐ اللہ نے عمل نہیں کیا، یعنی بدعات سے بھی منع کرنا ہوگا۔ اخلاق فاضلہ کی تلقین کرنا ہوگی تو اخلاقِ رذیلہ کی مذمّت اور ان سے بچنے اور بچانے کے لیے بھی جدوجہد کرنا ہوگی۔ معاملات زندگی (گھر، کاروبار، معاشرتی تعلقات) کو اللہ کی رضا کے تابع بنانے کی ہدایت کی جائے گی تو معاملات میں نظر آنے والی خرابیوں کو بھی زیر بحث لاتے ہوئے انھیں تبدیل کرنے کی دعوت دینا ہوگی۔ المختصر، کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا، دونوں جہتوں سے اسلام کی تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچانا ہوگا۔

● **خلاصہ بحث:** فریضہ دعوت دین کی اہمیت اور تقاضے مرد و خواتین کے لیے یکساں ہیں۔ مسلم اکثریتی اور اقلیتی ممالک میں لاکھوں کی تعداد میں داعیات دین اس کارِ نبوت کو انجام دے رہی ہیں۔ ملکِ عزیز میں بھی دینی جامعات کی اساتذہ، جامعات سے فارغ التحصیل طالبات، سکول، کالج اور یونی ورسٹی کی اساتذہ، دینی جماعتوں اور تحریکوں سے وابستہ ہزاروں خواتین (الحمد للہ) اپنے اپنے دائرۂ کار میں اپنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو بروے کار لاتے ہوئے اپنے وقت اور مال کو اللہ کے بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے کی سعی و جہد میں مصروف ہیں۔ دینی کتب اور رسائل کے ذخائر میں خال خال ہی خصوصاً خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے دعوتِ دین کی اہمیت و تقاضوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ دعوت الی اللہ کے کام کی اہمیت اور وسعت کے پیشِ نظر یہ گزارشات اُمید ہے کہ داعیات دین کی فکری و عملی راہنمائی کے لیے مفید ثابت ہوں گی۔